یعنی معاشرے کی اسلامی خطوط پر تعمیرِ نو کے لیے یہ محکمہ قائم کیا گیا۔ قابلِ تعجب بات یہ ہے کہ اس دستاویز میں وہی تجاویز پیش کی گئی ہیں جو آج کی اصطلاح میں radical قرار دی جاتی ہیں —— نظامِ تعلیم کی اصلاح، قرآن و حدیث کو شاملِ نصاب کرنا، سنتِ رسول ﷺ اسلامی فقہ کی تعلیم اور سوشل سائنسز وغیرہ میں اسلامی تعلیمات کو اُجاگر کرنا، اسلامی قانون کی روشنی میں معاشرتی اور اقتصادی تنظیم نو اور اس جیسے دوسرے اقدامات تجویز کیے گئے۔ اگر اسلامی تعمیرنو کے اس سرکاری محکمے کو کام کرنے دیا جاتا اور اس کی تجاویز پر خلوصِ دل کے ساتھ عمل کیا جاتا تو بعید نہیں تھا کہ ہم اسلام کے اصولِ حریت واخوت ومساوات کا ایک اعلیٰ نمونہ دنیا کے سامنے واقعی پیش کرنے کے قابل ہوتے۔ لیکن —— آج حالت یہ ہے کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی۔ ڈی ریڈیکلائیزیشن کا ایجنڈا اُسی وقت متحرک ہوگیا۔ علامہ اسد اور اُن جیسے دیگر مخلصین امت کو بے اثر کرنے اور پاکستان کو لادین سیکولر ملک بنانے کا اَعدائے دین اور اَعدائے پاکستان کا منصوبہ پوری قوت کے ساتھ نافذ العمل ہوا۔ تعلیم میں الحاد، معاشرت میں اباحیت اور معیشت میں سودی سرمایہ داری کا تسلسل قائم رہا۔ البتہ بعض علاقوں کے 'بندۂ صحرائی اور مردِ کوہستانی' فطرت کے اُن مقاصد کی نگہبانی میں ڈٹے رہے جن کی آبیاری کے لیے پاکستان وجود میں آیا تھا۔ اور جستہ جستہ —— بعض نیم دلانہ لیکن قابل تعریف اقدامات بھی بے شک کیے جاتے رہے۔ قراردادِ مقاصد کا پاس ہونا، اسلامی نظریاتی کونسل اور فیڈرل شریعت کورٹ کا قیام وغیرہ، جن کا حوالہ اسلامی تشخص کے اقرار اور اظہار کا ذریعہ تو ہے، لیکن بے اثر اتنا کہ آئین میں قراردادِ مقاصد بھی ہے اور غیر اسلامی دفعات بھی۔ ایسی علمی رپورٹوں کا انبار ہے جو اسلامی نظریاتی کونسل نے اربوں روپیہ خرچ کر کے تیار کی ہیں لیکن کوئی واضح ٹھوس لائحہ عمل نہیں ہے جس سے ان کے نفاذ کی عملی شکل وجود میں آئے۔ اور فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا ہے اس سے زیادہ اندوہناک معاملہ اسلامی شریعت کے ساتھ اور کیا ہوگا —— ایک ربا کا کیس ہی اس کی جگ ہنسائی کے ثبوت کے طور پر کافی ہے ؏

صلاحِ کار کجا ومن خراب کجا
ببیں تفاوتِ رہ از کجاست تا بہ کجا!

یہ بات برسرِ موقع ہے کہ Department of Islamic Reconstruction کے تحت علامہ محمد اسد کی تیار کردہ اس دستاویز کو ہر باشعور شخص بغور پڑھے۔ اس لیے اس کا اردو ترجمہ ذیل میں نذرِ قارئین ہے —— تاکہ ''از کجا تا بہ کجا؟'' کا اندازہ قارئین خود کر سکیں:

''ہمارے ملک میں اس وقت مسلمانوں کو مادیت اور روحانیت کے حوالے سے جن تبدیلیوں کا سامنا ہے، ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے مسائل حل کرنے کے لیے حکومت نے ایک نیا محکمہ قائم کیا ہے۔ یہ محکمہ، جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے، ایسی رہنمائی فراہم کرے گا جس کی بنا پر ہمارے معاشرے کی تشکیل اسلامی خطوط پر ہو سکے۔ عصرِ حاضر میں یہ پہلی مثال ہے کہ ہمارے ہاں کسی سرکاری محکمے کو قائم کرتے وقت

اس کے نام سے پہلے لفظ ''اسلامی'' لگایا گیا ہو —— اور یہ تمام سابقہ روایات سے ہٹ کر ہوا ہے' لہٰذا مناسب ہوگا کہ کام شروع کرنے سے پہلے عوام کے سامنے چند امور کی وضاحت کر دی جائے۔

پچھلے چند ماہ کے دوران پاکستانی قوم پر بہت کچھ گزر گیا ہے۔ وہ شدید خطرات میں گھری رہی۔ جان و مال کا اس قدر نقصان ہوا کہ جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ لاکھوں مہاجرین کی نقل مکانی ہوئی۔ ایسے مصائب اور تکالیف کا سامنا رہا جن کا پورے طور سے اظہار لفظوں کے ذریعے ممکن ہی نہیں۔ یہ سب کچھ آزادی ملتے ہی ہمارا نصیب ٹھہرا' بلکہ شاید اس سے بھی پہلے۔ ان سب کے باوجود بھی ابھی ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارا مشکل وقت ختم ہو گیا ہے۔ اگرچہ پاکستان آج ایک زندۂ جاوید حقیقت ہے' تاہم ہماری جدوجہد جاری رہنی چاہیے تاکہ ان خطرات کا مقابلہ کیا جا سکے جو چاروں طرف سے ہمارا محاصرہ کیے ہوئے ہیں اور بقول قائداعظم ''اپنے نظریات کے مطابق ایک ریاست'' کی تشکیل ممکن ہو سکے' یعنی ایک ایسا ملک جہاں ہماری یہ آرزو بر آئے کہ طرزِ حکومت اسلامی اصولوں اور بنیادوں پر قائم ہو۔ بحیثیت قوم' ہم اس جانب سفر کا باقاعدہ آغاز کر چکے ہیں' لیکن یہ راستہ بہت طویل اور کٹھن ہے۔ ہمارے اُن بھائیوں کو جو اس حوالے سے ہتھیلی پر سرسوں جمانا چاہتے ہیں' یہ ادراک ہونا چاہیے کہ اس خواب کی تعبیر آسان نہیں۔ ایک طویل عرصے کی غلامی نے' جس دوران ذلت و مسکنت ہمارا مقدر ٹھہری' ہماری اجتماعی قوت کو زائل کر دیا ہے' جبکہ ہمارے معاشرتی رویے اپنا وجود تک کھو چکے ہیں۔ ایسے میں حقیقی معنوں میں ایک اسلامی نظامِ سیاست کا قیام سہل نہیں۔ اس صورت حال کے باوجود ہمیں یہ مہم سَر کرنا ہوگی تاکہ ہم اپنے دعوؤں کو سچا ثابت کر سکیں۔

یہ حقیقت سب پر آشکار ہے کہ تحریک پاکستان کی بنیاد ایک نظریے پر رکھی گئی تھی۔ ہمارا نقطہ نظر ہمیشہ سے یہ رہا' اور اب بھی یہی ہے' کہ اسلام سے وابستگی کی بنا پر مسلمان ایک علیحدہ قوم ہیں۔ ہمارے نزدیک مذہب محض ذاتی عقائد اور اخلاقیات ہی کی ترتیب کا نام نہیں بلکہ یہ ایک ایسا ضابطہ ہے جو عملی طور پر تمام رویوں کا احاطہ کرتا ہے۔ دوسرے مذاہب کے برعکس' یہ صرف روح یا باطن کی بالیدگی تک محدود ہونے کے بجائے انسانی زندگی کے تمام مادی گوشوں کو بھی اسلامی تعلیمات سے ہم آہنگ کرنے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن حکیم کے احکام اور سنتِ نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کی روشنی میں ہمارے لیے جو نظام تجویز کیا گیا ہے' اس میں اخلاقی اور طبعی' روحانی اور عقلی' انفرادی اور اجتماعی الغرض حیاتِ انسانی کے تمام پہلوؤں کے حوالے سے قابلِ عمل ہدایات موجود ہیں۔ چنانچہ ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لیے صرف اسلامی عقائد پر ایمان لانا ہی کافی نہیں ہے۔ ہمیں اس سوچ سے بہت آگے جانا ہوگا۔ اگر اسلام ہمارے لیے محض ایک نعرہ نہیں ہے تو ہمیں انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنے خارجی رویوں کو بھی ان اعتقادات سے ہم آہنگ کرنا ہوگا جن پر ہم یقین رکھتے ہیں۔

اسلام کا یہ امتیازی وصف ہر اُس شخص کے علم میں ہے جو اس مذہب کے اصولوں سے تھوڑی بہت واقفیت بھی رکھتا ہو۔ درحقیقت اسلام کی اسی تخصیص کو بنیاد بنا کر ہم نے اپنے لیے ایک علیحدہ ملک کا مطالبہ

کیا تھا‘ کیونکہ اسلامی ضابطہ حیات کو نافذ کرنے کے لیے ایک ایسا خودمختار ریاستی ڈھانچہ لازم کی حیثیت رکھتا ہے جو سیاسی‘ قانونی اور معاشرتی حوالے سے فیصلے کرنے کی اہلیت اور طاقت رکھتا ہو۔ اسی نظریے کے تحت ہم نے ایک آزاد پاکستان کے حصول کی خاطر جدوجہد کی اور ایسی ایسی مشکلات کا سامنا کیا‘ اور اب بھی کر رہے ہیں‘ جو عہدِ حاضر میں شاید ہی کسی اور قوم نے برداشت کی ہوں۔ کہا جا سکتا ہے کہ ہماری تکالیف اسی لیے زیادہ ہیں کیونکہ ہمارے مقاصد بلند ہیں۔ حقیقت تو یہ ہے کہ ایک ایسے دور میں جہاں قومیت کا تصور نسل یا تمدّن سے وابستہ ہو‘ ایک نظریاتی ریاست کا خیال ہی نہ صرف منفرد ہے بلکہ اس سوچ سے متصادم بھی جسے اقوامِ عالم ''پسندیدہ'' اور ''عصری تقاضوں کی حامل'' قرار دیتی ہیں۔ ایسے میں یہ امر یقینی تھا کہ ہماری شدید مزاحمت کی جاتی۔ آج دنیا کے اکثر ممالک میں یہی طرزِ فکر رائج ہے کہ صرف نسلی وحدت اور مشترکہ تاریخی روایات ہی کی بنیاد پر کسی قومی نظریے کو جواز فراہم کیا جا سکتا ہے۔ اس کے برخلاف‘ ہمارے نزدیک ایک نظریاتی ریاست ہی قومیت کی وہ اعلیٰ ترین شکل ہے جو بنی نوع انسان کا مطمحِ نظر ہو سکتی ہے‘ یعنی انسانوں کا ایک ایسا گروہ جس کی سوچ زندگی کی حقیقت کے بارے میں واضح ہو‘ اور جو صحیح اور غلط کے بارے میں ایک ہی نقطہ نظر رکھتا ہو۔ ہمارے اس دعویٰ کی بنیاد محض ہمارا یہ ایمان نہیں کہ یہ مخصوص نظریہ یعنی اسلام خود اللہ تعالیٰ کا عطا کردہ ہے بلکہ ہمارا عقلی شعور بھی اسی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ایک ہم خیال معاشرہ ہی انسانی نظم کی ترقی یافتہ صورت ہے بجائے اس کے کہ ایسا سماج جو اتفاقی طور پر کسی خاص نسل‘ زبان یا خطہ زمین سے وابستگی کی بنا پر وجود میں آئے۔

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے‘ موجودہ دور میں اس موقف کو کم ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔ آج بھی دوسرے ممالک میں بسنے والوں کی اکثریت انہی دقیانوسی‘ قوم پرستانہ خیالات اور تعصّبات کی اسیر ہے جنہوں نے گزشتہ صدیوں میں بتدریج سر اٹھایا ہے‘ اور یہی اس عہد کے انتشار کا باعث بھی ہیں۔ بحیثیت مسلمان‘ ہمیں یہ زیب نہیں دیتا کہ ہم اس فساد کا حصہ بنیں‘ لہٰذا اسلام کی ابدی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ہم نے ایک نظریاتی ریاست قائم کرنے کی آزمائش سے گزرنے کا عزم کیا ہے۔

ہم ایک ایسے کشادہ دل معاشرے کی تشکیل کے خواہاں ہیں جس میں مسلمانوں کے ساتھ غیر مسلموں کا تعاون بھی ہمیں حاصل ہو‘ تاکہ مروّجہ اور تسلیم شدہ معیارات کے بجائے کسی نظریے کی بنیاد پر ایک ریاست کے قیام کے فیصلے کو پرکھا جا سکے۔ یہ معاملہ نہایت اہم ہے‘ اور اس ملک کے غیر مسلم شہریوں سے میری گزارش ہے کہ وہ اس پر خصوصی توجہ دیں۔ ہمارا معاشرہ ان معنوں میں آزاد اور غیر مقید ہے کہ یہاں افراد کے باہمی تعاون اور حقوقِ شہریت سے حاصل شدہ فوائد صرف مسلمان طبقے ہی تک محدود نہیں کیے گئے ہیں۔ پاکستان کا آئین مرتب کرنے کے لیے عنقریب دستور ساز اسمبلی کا اجلاس منعقد ہوگا۔ ہم ہر اس شہری کے ساتھ کام کرنے کو تیار ہیں‘ چاہے وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم‘ جو اس آئین کے مطابق اپنا کردار ادا کرے گا۔ یہ ریاست اپنے شہریوں سے صرف اس امر کی طالب ہے کہ قول ہی سے نہیں بلکہ عملی طور پر بھی ہر صورت آئین کی پابندی کی جائے۔ کسی بھی شہری کے معزز ہونے کی واحد کسوٹی آئین سے اس کی وفاداری

ہی ہوگی‘ چاہے یہ طرزِ عمل کسی دینی اعتقاد سے برآمد ہو یا پھر ایک ایسے عمرانی تصور کو قابل عمل تسلیم کرنے کا ثمر جس پر اس ملک کی اکثریت نے اتفاق کیا ہو۔

دراصل آئین کی تیاری میں زیادہ کردار مسلمانوں ہی کو ادا کرنا ہوگا‘ کیونکہ ایک تو اس ملک کی اکثریت انہی پر مشتمل ہے‘ اور دوسرے وہی اس نظریے کے علم بردار بھی ہیں جس کے لیے پاکستان کا قیام عمل میں لایا گیا۔ آیا ہمارے ملک کا آئین ایک معیاری دستاویز کی صورت اختیار کرتا ہے یا نہیں‘ اصولی طور پر اس کی ذمہ داری صرف دستور ساز اسمبلی کے ارکان ہی پر نہیں بلکہ بحیثیت مجموعی تمام مسلمانوں پر عاید ہوگی! اس سے بڑی غلط فہمی کوئی نہیں ہوسکتی اگر یہ سمجھ لیا جائے کہ ایک مثالی آئین کو کامیابی سے تشکیل دینا صرف انہی چند افراد کا کام ہے جن کو اس مقصد کے لیے قانون ساز اسمبلی نے منتخب کیا ہے۔ ایسی سوچ ہوا میں گرہ لگانے کے مترادف ہوگی۔ اگرچہ ہمارے یہی نمائندے دستور کے خدوخال اور اس کے جزئیات وضع کرنے کے مکلّف ہیں‘ لیکن اس ضمن میں ان کی محنت صرف اسی صورت ٹھکانے لگے گی جب پورا ملک ہم آواز ہو کر ان کا پشت پناہ ہوگا۔ اس قوم کو صحیح معنوں میں ملت اسلامیہ بننے کے لیے جس حقیقی اتحاد اور نصب العین کی یک رُخی درکار ہے‘ وہ صرف اس وقت حاصل ہوسکتی ہے جب ہم اپنی ان کمزوریوں اور خامیوں پر قابو پالیں جو گزشتہ چند ماہ کے دوران ہمارے معاشرے میں دَر آئی ہیں‘ جیسے کہ رسوا کن ذہنی پراگندگی اور پست حوصلگی‘ یقین اور سماجی وحدت کا زیاں‘ کردار میں صحیح اور غلط کے اصولوں سے انحراف۔ درحقیقت محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید فکری حوالے سے انہی نامناسب رویوں کی اصلاح کرنے کی کوشش کرے گا!

اس محکمے کی سربراہی کا شرف مجھے حاصل ہوا ہے‘ اور اسی حیثیت سے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس ادارے کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ کسی بھی طرح دستور ساز اسمبلی کی کارروائی کو متاثر کرے۔ ہمارے ذمہ جو کام لگایا گیا ہے‘ یعنی قواعد وضوابط کی رُو سے ہم جس امر کے پابند ہیں‘ اس کے دو پہلو ہیں۔ اول‘ عوام کو ایسی رہنمائی فراہم کی جائے کہ وہ اپنے روحانی اور عقلی وسائل سے مربوط انداز میں استفادہ کر سکیں۔ دوم‘ قوم کے اخلاقی معیار کو دوبارہ اس بلند سطح پر لے جایا جائے جس کی صلاحیت خود کو ملت اسلامیہ کہلانے کے باعث اس میں موجود ہے۔ اسی بات کو یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایک ایسی فضا قائم کرنے میں معاون ہونا جو کہ اسلام کے عملی نفاذ کے نہایت ضروری ہے!

ذیل میں ان اقدامات کے اہم نکات بیان کیے جا رہے ہیں جن پر محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید عمل کرے گا۔ یہ امر پیش امر رہے کہ ان اقدامات کو کسی طور بھی حتمی قرار نہیں دیا جا سکتا۔ صدیوں کے انحطاط کے بعد اسلامی فکر وعمل کا احیا کوئی آسان کام نہیں۔ ایسی عظیم ذمہ داری کو ادا کرنے کے لیے علم و دانش اور فہم وذکا کے حوالے سے ملک کے بہترین اشخاص کو شریک کار کرنا ہوگا تاکہ ایک قطعی لائحہ عمل اپنی تمام تر جزئیات کے ساتھ ترتیب دیا جا سکے۔ لہٰذا اس ادارے کی ذمہ داریوں کا تعین تبھی ہو سکے گا جب اسے اس طور منظّم کیا جائے کہ یہ قوم کی راہِ عمل طے کرنے میں معاون ہو‘ اور رائے عامہ کے معتبر حلقوں سے

اس کا تعلق قائم ہو چکا ہو۔ اس لیے ذیل میں دیے گئے خاکے کا مقصد صرف ان حدود کی نشان دہی ہے جن میں رہتے ہوئے ہمیں اسلام کی تشکیل جدید کا مسئلہ حل کرنا ہے!

قابلِ فہم بنانے کی خاطر' ان اقدامات کو چند ذیلی عنوانات کے تحت بیان کیا جا رہا ہے۔ تاہم عملی طور پر ان میں سے متعدد ایسے امور جن کا ذکر علیحدہ سے کیا گیا ہے' درحقیقت باہم مربوط ہیں۔ یوں یہ کام ایک ہی باقاعدہ نظام کے تحت مکمل کرنے کی ضرورت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

i) تعلیم

یہ کہا جا سکتا ہے کہ بحیثیت مجموعی اس ملک کے مسلمان طبقے کو تعلیم کے ایک ایسے مرحلے سے دوبارہ گزارنا ضروری ہے جس میں دینی تقاضوں کو مدنظر رکھا گیا ہو' خصوصاً ان مسلمان نوجوانوں کو جو اس وقت سکولوں اور کالجوں میں زیر تعلیم ہیں۔ اس کے لیے محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ گاہ بگاہ شعبہ تعلیم کے مقتدر افراد کو ایسی آراء اور تجاویز پیش کرے جن پر عمل پیرا ہو کر ہمارے تعلیمی ادارے اس نئے طرزِ حیات کا نمونہ نظر آئیں جسے اختیار کرنے کا اس قوم نے عزم کیا ہے۔ ان مشوروں کا تعلق نصاب کے بعض پہلوؤں' درسی کتب اور تعلیم سے جڑے امور سے ہوگا۔ اس حوالے سے بھی رہنمائی کی جائے گی کہ تعلیمی اداروں میں عمومی دینی رویے کس انداز سے قائم کیے جائیں۔ مسلمان طلبہ کے لیے دینیات کو ایک لازمی مضمون کی حیثیت دینی ہوگی۔ اس کا اول و آخر قرآن مجید اور احادیث نبویہ کا ایک ترتیب کے ساتھ مطالعہ ہوگا۔ تعلیم کی ثانوی سطح پر قرآن وحدیث کی اصولیات اور تشریح کی تدریس ہو' تاکہ طلبہ ترجمہ قرآن اور نبی اکرم ﷺ کی سنت مبارکہ سے آگاہ ہو سکیں۔ کورس کی تکمیلی سطح پر طلبہ کو ان ذرائع کے بارے میں بتایا جائے جنہیں اختیار کر کے اسلامی فقہ کے مختلف مکاتبِ فکر نے قرآن وحدیث کا رسوخ حاصل کیا۔ اس کے لیے دینی تعلیم کے نصاب میں قرونِ اولیٰ کی تاریخ کا ایک تنقیدی اور مفصل جائزہ شامل کرنا ہوگا' جو اس مواد سے بالکل الگ ہو جسے عام طور پر تاریخ کے مضمون میں پڑھایا جاتا ہے۔ اسی طرح دینیات کے تحت فلسفہ اسلامی کی مختلف شاخوں کی تعلیم دی جائے' جس کا فلسفے کی عمومی تدریس سے بالکل کوئی تعلق نہ ہو۔ اس نئے نصاب کے آخری مراحل میں معاشیات اور سوشل سائنسز کے شعبوں میں عہدِ حاضر کے حوالے سے پیش آنے والی مشکلات کا تجزیاتی مطالعہ اسلامی نقطہ نظر سے کرایا جائے۔

یہ سب کچھ کرنے کے لیے رفتہ رفتہ ان مقاصد میں تبدیلی ناگزیر ہوگی جو ہم تعلیم کے ذریعے حاصل کرنا چاہتے ہیں' تاکہ درس وتدریس کے پورے شعبے کا مزاج اسلام سے ہم آہنگ ہو جائے۔ اس امر میں دو آراء نہیں ہو سکتیں کہ ایسا تغیرّ وتبدّل فی الفور نہیں ہو سکتا۔ مسائل اتنے زیادہ اور دُور رس ہیں کہ ان پر غور و فکر کے لیے مناسب وقت پر علماء کی متعدد کمیٹیاں تشکیل دی جائیں گی' جن کی سفارشات حکومتی اداروں کو ارسال ہوں گی۔ کمیٹیوں کی رپورٹس موصول ہونے پر انہیں شائع کر دیا جائے گا۔

ہم یہ ارادہ بھی رکھتے ہیں کہ ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جس میں تعلیم کے معروف ماہرین بھی شامل

ہوں اور علومِ شرقیہ کے مستند و معتبر نام بھی۔ ان کے ذمہ درج ذیل امور لگائے جائیں گے:

(الف) یہ فیصلہ کرنا کہ آیا سکولوں اور کالجوں میں عربی کو لازمی مضمون کی حیثیت دی جائے!

(ب) اگر اول الذکر کا جواب اثبات میں ہو تو اس پر عمل درآمد کا طریقہ کار کیا ہو!

نصاب سے متعلقہ امور کے علاوہ محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید اس حوالے سے بھی واضح تجاویز دے گا کہ ہمارے سکولوں کے اندرونی ماحول کو اسلامی عقائد و نظریات سے کیسے ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے!

ii) اسلامی قانون اور معاشرتی تنظیمِ نو

اسلام کی تشکیل جدید کے لیے ایک واضح اور عملی لائحہ عمل مرتب کرنے میں ایک بڑی مشکل یہ ہے کہ سماجی معاملات سے متعلق شرعی قوانین کے حوالے سے ایک یکساں ضابطہ موجود نہیں ہے۔ یعنی ملت اسلامیہ میں اس ضمن میں نہایت افسوس ناک ابہام پایا جاتا ہے کہ تمام سماجی اقتصادی (socio-economic) منصوبوں اور تجاویز میں' جو مختلف حلقوں میں زیر بحث ہیں' کون سی بات اسلامی ہے اور کون سی غیر اسلامی۔ اس سلسلے میں مختلف مسالک میں' خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید' پائے جانے والے تضادات کا بنیادی سبب قرآن وسنت کی تعبیر تک پہنچنے کے مختلف طریقے ہیں۔ جب تک ان اختلافات میں ہم آہنگی پیدا نہیں کی جاتی' اسلامی اقدامات کا ایک ایسا خاکہ تیار کرنا ناممکن ہے جو تمام موجودہ مسالک یا ان کی اکثریت کے لیے قابل قبول ہو۔ اسلامی فقہ میں گزشتہ صدیوں کے دوران میں جو الجھاؤ اور تفاوت پیدا ہو گیا ہے' اس کے پیش نظر فی الحال یہ کوشش بے سود ہو گی کہ مروجہ فقہی اختلافات کو جڑ سے اکھاڑ پھینکا جائے اور تعبیر و تشریح کے ان مختلف طریقوں کو ہم آہنگ کیا جائے جو اس پیچیدگی اور اجتہادی قیاسات کے ذمہ دار ہیں۔ چنانچہ اگر ہم اسلام کے نفاذ کا ایک عملی' اور قابلِ عمل' نظام ترتیب دینا چاہتے ہیں تو ہمیں ایسے تمام معاملات سے احتراز کرتے ہوئے جن میں تعبیر اور قیاس سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے' اپنے آپ کو ان بدیہی شرعی قوانین تک محدود کرنا ہو گا جو قرآن وسنت میں واضح اور جامع الفاظ میں دیے گئے ہیں اور جن کے متعلق اسلامی فکر کے مختلف مکتبہ ہائے فکر میں کوئی اختلاف یا نزاع نہیں پایا جاتا۔ اگر ایسے قوانین کی تدوین کر دی جائے تو اس اتفاق رائے کی کم سے کم بنیاد فراہم ہو سکے گی جو اسلام کی تشکیل جدید کے مقاصد حاصل کرنے کے لیے درکار ہے۔

چنانچہ اس محکمے کی جانب سے تمام مسالک کے علماء کو صلائے عام ہے کہ وہ اپنے ممتاز ترین نمائندوں کو شریعت کمیٹی کی رکنیت کے لیے نامزد کریں' جو مستقبل قریب میں قائم کی جائے گی۔ اس کمیٹی کا کام یہ ہو گا کہ معاشرتی اور معاشی حوالوں سے قرآن وسنت کے ایسے قوانین کی ترتیب و تدوین کریں جن کا شمار ''نصوص'' کے زمرے میں کیا جاتا ہے' یعنی جو اپنے واضح اور قطعی الفاظ کے باعث معین مفہوم رکھتے ہیں اور یوں متضاد تشریحات کے رحم و کرم پر نہیں ہوتے۔ اس امر کو ذہن میں رکھنا چاہیے کہ یہ معاملہ کسی بھی طرح شرعی قوانین کی تسوید (drafting) یا بازتسوید (redrafting) کا نہیں ہے۔ کمیٹی کو جو شرائطِ حوالہ تفویض کی جائیں گی' ان کے تحت اسے صرف نصوص پر مبنی احکام قرآن اور متفق علیہ مستند روایات کو اکٹھا کر

کے انہیں مخصوص عنوانات کے تحت ترتیب دینا ہوگا۔ امید ہے کہ اس طرح سماجی معاملات سے متعلق اسلامی قوانین کا ایک نسبتاً محدود ضابطہ تشکیل دینا ممکن ہو جائے گا جسے مختلف مسالک کے درمیان سب سے بڑا مشترک قدر نما قرار دیا جا سکے گا۔ اگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو جاتے ہیں تو ملت اسلامیہ کے پاس عوامی اہمیت کے سوالات سے متعلق شرعی قوانین کا ایک اساسی خاکہ تیار ہو جائے گا جسے اس سمت میں مزید سوچ بچار کے لیے بنیاد اور عملی قانون سازی کے سلسلے میں نقطہ آغاز بنایا جا سکے گا۔

iii) اسلامی قانون اور اقتصادیات

علماءِ دین اور ماہرین اقتصادیات پر مشتمل ایک اور کمیٹی ہماری معاشی زندگی کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے سلسلے میں عملی تجاویز مرتب کرے گی۔ یہ کمیٹی جن بنیادوں پر اپنا کام شروع کرے گی‘ وہ شرعی قوانین کے درج بالا ضابطے سے اخذ کی جائیں گی۔ اس کمیٹی کی شرائطِ حوالہ میں بعض جدید معاشی مسائل —— مثلاً بینکنگ‘ لائف انشورنس‘ کریڈٹ پر خریداری کے معاملات‘ مشترکہ استعمال کے لیے ذاتی جائیداد کا حصول‘ زرعی اصلاحات (بشمول زمینوں کو قومیانے کا مسئلہ) اور وراثت کے قوانین وغیرہ —— کی اسلامی قوانین کی مناسبت سے تحقیق شامل ہوگی۔ اس سارے عمل سے مقصود یہ نہیں ہے کہ معاشی منصوبہ بندی کا کوئی بنیادی خاکہ پیش کیا جائے۔ یہ کام دیگر اداروں کے سپرد کیا جانا چاہیے۔ اس کمیٹی سے صرف یہ توقع کی جائے گی کہ وہ:

(ا) چند مخصوص معاشی مسائل کے حوالے سے اسلامی قانون کا منہج واضح کرے۔

(ب) یہ معلوم کرے کہ دورِ حاضر کی ضروریاتِ زندگی کو اسلام کے معاشی تصورات کے مطابق کیسے ڈھالا جا سکتا ہے۔

اس تحقیق کے نتائج بعد ازاں ریاست کے ان قانون ساز اداروں کے استعمال میں آ سکتے ہیں جنہیں باضابطہ طور پر قائم کیا جائے گا۔

iv) اوقاف میں ہم آہنگی

اس ملک میں بے شمار وقف املاک اور عوامی مذہبی ادارے ہیں۔ ان میں بعض کی آمدنی خاصی معقول ہے۔ یہ ادارے مختلف اوقات میں اس مطمحِ نظر سے قائم کیے جاتے رہے کہ معاشرے میں عبادت‘ تعلیم اور سماجی خدمات کے شعبوں میں دلچسپی کو فروغ دیا جا سکے۔ چند وقف املاک اور اداروں کو خوش اسلوبی سے چلایا جا رہا ہے۔ تاہم‘ ان کی غالب اکثریت پرلے درجے کی بدانتظامی کا شکار ہے‘ جبکہ کچھ کا کسی ذلت وندامت کے خوف کے بغیر اس لیے استحصال کیا جا رہا ہے کہ محض چند ایک متولیوں کو فائدہ پہنچایا جا سکے۔ فنڈز کے بے جا تصرف کے علاوہ‘ جو کئی مثالوں سے واضح ہے‘ ان تمام اداروں کے بے ہنگم کام کرنے کے باعث پیسے کا بہت بڑے پیمانے پر ضیاع ہو رہا ہے اور بہت سی سہولیات جو ملت اسلامیہ کے مفاد کے لیے تعمیری انداز میں استعمال ہو سکتی تھیں‘ اب ضائع کی جا رہی ہیں۔ کئی نیک طینت مسلمانوں کی

طرف سے مسلسل یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ ان تمام اوقاف کو ایک مرکزی مقتدر ادارے کی زیر نگرانی لا کر باہم مربوط کیا جائے تاکہ نہ صرف بدانتظامی بلکہ سرگرمیوں کی فضول دہرائی سے بھی بچا جا سکے۔ ایسا مرکزی مقتدر ادارہ ظاہر ہے کہ ایک اسلامی حکومت ہی ہو سکتی ہے۔ اگر یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے تو معاشرے کو ایک مرکزی ذریعے سے خاصی معقول آمدنی ہو سکتی ہے‘ جسے ان نیک افراد کی خواہش کے مطابق مسلمانوں کی فلاح کے لیے استعمال کیا جا سکے گا جنہوں نے ماضی میں وقف کی یہ املاک اور ادارے قائم کیے تھے۔ متعلقہ اداروں کی جائز اور قانونی ضروریات پوری کرنے کے بعد بچنے والی رقم سے (ممکنہ طور پر قاہرہ کی جامعۃ الازہر کی طرز پر) علماء کی ایک عظیم الشان درس گاہ قائم کی اور چلائی جا سکتی ہے جو نسل در نسل صحیح معنوں میں اسلام کے حقیقی علماء پیدا کرتی رہے گی‘ اور یوں پاکستان کو مسلم دنیا کا روحانی مرکز بنانے میں ایک اہم کردار ادا کرے گی۔

اس ضمن میں محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید کے پیش نظر جید علماء اور دوسرے معزز شہریوں پر مشتمل ایک کمیٹی کا قیام ہے جو وقف کی املاک کے مسئلے کا شرعی زاویہ نگاہ سے جائزہ لے کر اور تمام نقطہ ہائے نظر زیر غور لانے کے بعد اس ملک میں اوقاف سے متعلق تمام امور میں ہم آہنگی لانے کے لیے ایک واضح منصوبہ تیار کر کے حکومت کو پیش کرے گی۔ اس منصوبے پر عمل درآمد کا اہتمام حکومت کی جانب سے تشکیل کردہ ایک بااختیار ادارے کے ذریعے کیا جائے گا۔

v) اجتماعی عزم

ہماری اجتماعی زندگی کا سب سے تشویش ناک پہلو یہ ہے کہ اسلامی اور معاشرتی حوالوں سے ہمارا ذہنی رویہ انتہائی پست ہو چکا ہے۔ اگر پاکستان کو اپنا مطلوبہ مقصد حاصل کرنا اور دوبارہ ابھرتی ہوئی اسلامی تہذیب کا مرکز و محور بننا ہے تو اس انتشار کی اصلاح کے لیے تمام مخلص مسلمانوں کا عملی تعاون حاصل کرنا ہو گا۔ بصورت دیگر‘ حکومت چاہے کتنی ہی نیک کیوں نہ ہو‘ ہمارے زاویۂ نگاہ میں وہ تبدیلی نہیں آ سکے گی جو صحیح معنوں میں ملت اسلامیہ بننے کے لیے ہمیں درکار ہے۔

اس بارے میں کسی قسم کی غلط فہمی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ ہم‘ یعنی پاکستان کے عوام ہی تھے —— جدید مسلم دنیا میں واحد مثال —— جنہوں نے نسل اور قومیت پر قائم خود غرضانہ تعصّبات کو توڑ کر یہ اعلان کیا کہ ہم ایک ایسی ریاست قائم کریں گے جس کی بنیاد اس حقیقت کے علاوہ اور کچھ نہ ہو گی کہ ہم مسلمان ہیں۔ ہمارا اب تک کا رویہ اس تصور کی مناسبت سے خواہ کتنا ہی ناقص کیوں نہ ہو‘ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ جدوجہد جس کے نتیجے میں پاکستان کا قیام ممکن ہوا‘ موجودہ عالم اسلام کی ایسی واحد عوامی تحریک ہے جس کے اعلان شدہ مقاصد میں اسلامی طرزِ حکومت کا نفاذ شامل ہے۔ چنانچہ یہ ہمارا اخلاقی معیار‘ ہمارا طرزِ عمل اور ہمارے اقدامات ہی ہیں جو آئندہ کئی نسلوں تک اسلام کے مستقبل کا فیصلہ کریں گے —— غالباً نہ صرف ہمارے اپنے ملک میں بلکہ ان تمام ممالک میں جہاں مسلمان بستے ہیں۔

اگر ہم یعنی پاکستان کے لوگ اپنے ملک کو پوری طرح سے ایک اسلامی ریاست بنانے میں کامیاب ہو

جاتے ہیں‘ اگر ہم مایوسی اور نا امیدی کی شکار دنیا کو یہ باور کرانے کے قابل ہو جاتے ہیں کہ اسلام فی الحقیقت بنی نوع انسان کی معاشرتی اور سیاسی برائیوں کا حل فراہم کرتا ہے‘ تو دیگر تمام مسلم اقوام جلد یا بدیر ہماری مثال کی تقلید کرنے پر مجبور ہوں گی‘ اور یوں اسلام کی عظمتِ رفتہ بحال ہو جائے گی۔ لیکن اگر خدانخواستہ ہم اپنی جدوجہد میں ناکام ہو جاتے ہیں تو نہ صرف پاکستانی عوام ہی اسلام کے عملی بیانیے سے برگشتہ ہوں گے بلکہ پوری مسلم دنیا‘ جو اس وقت ہماری جانب امید کی نگاہ سے دیکھ رہی ہے‘ انتہائی مایوس ہو جائے گی اور اس سوچ کو ہمیشہ کے لیے قبول کر لے گی کہ مذہب کو کسی قوم کی سیاست اور معیشت کی بنیاد نہیں بنایا جا سکتا ——— اور یہی وہ نظریہ ہے جس کا پرچار ہمارے دشمن بڑی تن دہی سے کر رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں‘ اگر ہم اپنے عظیم مقصد کو حاصل کر لیتے ہیں تو ہمارے ساتھ پورا عالم اسلام بھی اسے اپنا نصب العین بنا لے گا‘ جبکہ اگر ہم راہ سے بھٹک گئے تو ساری مسلم دنیا بھی اپنی راہ کھوٹی کر لے گی‘ اور صدیوں تک لوگ کسی اسلامی ریاست کے قیام کے امکان پر بھی غور نہیں کریں گے۔

اسی لیے ہمیں کسی صورت ناکام نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے برعکس ہمیں اس عظیم ذمہ داری کو ضرور اٹھانا چاہیے جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہمیں منتخب کیا ہے۔ اسے ایک فرض سمجھتے ہوئے ہمیں دنیا کے سامنے یہ ثابت کرنا ہوگا کہ اسلام نہ صرف اس دور بلکہ ہر دور کے لیے ایک عملی اور قابل عمل ضابطہ حیات پیش کرتا ہے۔ اگر ہم اس ذمہ داری کی اہمیت کو محسوس کر لیں تو ہماری موجودہ کمزوری جلد ہی ہماری طاقت کا ذریعہ بن جائے گی‘ کیونکہ جن آزمائشوں کا آج ہمیں سامنا ہے‘ انہیں بدقسمتی یا عذابِ الٰہی قرار دینے کے بجائے ہم ایک ایسی قربانی کے طور پر دیکھیں گے جس کا مطالبہ اللہ تعالیٰ اپنے ان برگزیدہ بندوں سے کرتا ہے جن سے کوئی خاص کام لینا مقصود ہو۔ بلاشبہ‘ اس نے پاکستان کے عوام کو اس مقصد کی انجام دہی کے لیے چُن لیا ہے جو کسی بھی قوم کے لیے عظیم ترین اور رفیع الشان ہوسکتا ہے‘ یعنی:

﴿وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝١٠٤﴾ (ال عمران)

’’اور تم میں سے ایک گروہ ضرور ایسا ہونا چاہیے جو لوگوں کو بھلائی کی طرف بلائے اور برائی سے منع کرے‘ اور بے شک یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔‘‘

ہم اللہ تعالیٰ کی جانب سے تفویض کردہ اس مشن سے اس وقت تک مخلص نہیں ہو سکتے‘ نہ اسلامی نظام سیاست قائم کرنے کا ہمارا خواب شرمندۂ تعبیر ہوسکتا ہے جب تک کہ ہم اپنی ان رُسوا کن عادات سے چھٹکارا حاصل نہیں کرتے جو دورِ زوال میں ہمارا مقدر بنیں‘ اور اپنی موجودہ حالت سے زیادہ دیانت دار‘ زیادہ راست باز نہیں بن جاتے۔ مختصراً یہ کہ ہمیں زیادہ تہذیب کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ اگر ہم دنیا کو انصاف پسندی کی دعوت دینا چاہتے ہیں تو پہلے ہمیں خود اپنے اندر کمزوروں کے ساتھ انصاف سے پیش آنے کی صفت پیدا کرنا ہوگی۔ دوسروں کو حق کی نصیحت کرنے اور غلط سے روکنے کے لیے ضروری ہے کہ خود اپنا تنقیدی جائزہ لینا سیکھیں۔ اگر ہم روحانی طور پر آسودہ ہونا چاہتے ہیں تو لازم ہے کہ مادہ پرستی کی جانب کم

سے کم مائل ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سے ایمان اور ہمت‘ ایمان داری اور عزتِ نفس‘ پاکیزہ خیالات اور نیک اعمال کا مطالبہ کرتا ہے۔ یہ سب کچھ ان لوگوں سے جو اپنے آپ کو اسلام کے وفادار کہتے ہیں‘ کوئی بڑا مطالبہ نہیں ہے‘ نہ اس مستقبل کے بدلے کوئی بڑی قیمت ہے جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے ساتھ کیا ہے۔ بہرحال‘ اسلام کا یہ مطالبہ ہمیں پورا کرنا ہوگا‘ گویا یہ عوضانہ ہے اس رتبے کا جو ایک مسلمان ہونے کے باعث ہمیں حاصل ہے۔

محکمہ برائے اسلامی تشکیلِ جدید کا سب سے اہم فریضہ یہ ہوگا کہ اس ملک کے ہر عاقل شہری تک‘ چاہے وہ مرد ہو یا عورت‘ اسلام کا عملی پیغام پہنچائے‘ اس لیے کہ اگر ہم اسلام کے مطابق زندگی گزارنا چاہتے ہیں تو پہلے ہمیں اپنی سوچ کو اسلام کے مطابق ڈھالنا ہوگا۔ نہایت توجہ اور سنجیدگی کے ساتھ تیار کردہ ایک تفصیلی منصوبے کے مطابق یہ محکمہ ملت اسلامیہ کو درپیش سماجی‘ اخلاقی اور عملی مسائل سے متعلق سلسلہ وار مطبوعات شائع کرے گا۔ ان کمیٹیوں کی رپورٹس کے علاوہ جن کا ذکر گزشتہ سطور میں کیا گیا ہے‘ ہم درج ذیل مواد بھی شائع کریں گے:

(ا) ممتاز اسلامی مفکّرین کے تحریر کردہ پمفلٹ

(ب) اخبارات میں دیے گئے مضامین

(ج) ریڈیو پر نشر کیے گئے مباحث

یہ سب کچھ اسلامی تشکیل جدید سے متعلق دلچسپ موضوعات پر مشتمل ہوگا۔

ہم دروسِ قرآن کا ایک سلسلہ بھی شروع کریں گے جو ریڈیو پاکستان پر باقاعدگی سے نشر ہوگا۔ اس کے لیے معروف علماء اور دانشوروں کا تعاون حاصل کیا جائے گا۔ ان تقاریر میں دورِ حاضر کے مسائل کے حوالے سے قرآنی تعلیمات کی تشریح کی جائے گی‘ اور یوں معاشرہ کلام الٰہی سے عملی ہدایت حاصل کر سکے گا۔ بہتر حالات میں‘ جب ہمارا محکمہ پوری طرح منظّم ہو جائے گا‘ ہم مساجد اور عوامی اجتماعات میں مسلمان عوام سے براہِ راست رابطہ کریں گے۔ ایسا محض پند و نصیحت کے لیے نہیں ہوگا‘ بلکہ اس عمل کے ذریعے مسلمان قوم کے روحانی وسائل اور صلاحیتوں کو متحرک کر کے دو مقاصد حاصل کیے جائیں گے۔ اول‘ ایک اسلامی طرزِ حکومت کی تشکیل کا عظیم اور نیک کام‘ جو اپنے نام کے شایانِ شان ہو۔ دوم‘ اس باطنی پستی اور اخلاقی و معاشرتی فساد پر قابو پانا جس نے دورِ غلامی سے ملت کے قلب کو بے نور کر رکھا ہے۔ اس مشن کو مکمل کرنے کے لیے یہ محکمہ حکومت کو وقتاً فوقتاً مختلف تجاویز پیش کرتا رہے گا۔ ان میں سے کچھ ایسی ہوں گی جن پر کسی قانون سازی کے بغیر فوری عمل درآمد کیا جا سکے گا جبکہ بعض کے لیے نئے قوانین تشکیل دینا ضروری ہوگا۔

ہم اس امر پر غور کر رہے ہیں کہ کچھ عرصے کے بعد اس محکمے کی علاقائی مجالس بھی قائم کی جائیں۔ اس کا آغاز لاہور سے ہوگا‘ اور پھر رفتہ رفتہ ان مجالس کا جال پورے ملک میں پھیلا دیا جائے گا۔ یہ علاقائی مجالس معزز شہریوں اور سماجی کارکنوں پر مشتمل ہوں گی۔ یہ سب ہمیں اس کام میں مدد دیں گے کہ مسلم طبقات‘ جو مسلسل توسیع پذیر ہیں‘ انہیں صف آرا کیا جائے تاکہ وہ صحیح معنوں میں ایک اسلامی نظامِ حکومت کے قیام کے لیے

جدوجہد کرسکیں۔

قصہ مختصر‘ ہمارے پیشِ نظر یہ ہے کہ محکمہ برائے اسلامی تشکیل جدید کو ایک طرح سے ایسے افکار اور ایسی سرگرمیوں کے مرکز کی حیثیت دی جائے جن کا اجتماعی مقصد ملتِ اسلامیہ کی مذہبی و معاشرتی سربلندی کا حصول ہو۔ یہ امر عیاں ہے کہ اتنے بڑے حجم کے کسی بھی منصوبے پر‘ جس میں وقت کے ساتھ کام کے بڑھنے کا مزید امکان ہے‘ عمل درآمد مرحلہ وار ہی ہوسکتا ہے‘ فی الفور نہیں۔ ہمارے محکمے کو کام شروع کیے زیادہ عرصہ نہیں گزرا‘ جبکہ ہماری سرگرمیاں ابھی چھوٹی سطح کی ہیں۔ چنانچہ اپنی قوم سے ہماری استدعا ہے کہ ہمارے کام کے بارے میں تحمل کا مظاہرہ کرے اور معجزات کی توقع نہ کرے۔ ہم صرف محنت اور کوشش کرسکتے ہیں —— اور ہماری قوم کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ ہمارے ساتھ اس طرح تعاون کرے کہ ہماری جِدّوجُہد کامیابی سے ہم کنار ہو جائے۔ تعاون کی ایک شکل جسے ہم آغاز ہی میں حاصل کرنا چاہیں گے —— ایک ایسی معاونت جس کے لیے درحقیقت خود حکومت کو بھی اصرار کرنا چاہیے —— یہ ہے کہ عوام دوسروں میں اور خود اپنے اندر امید‘ عزم اور معاشرتی یک جہتی کا جذبہ پیدا کریں۔ اسی قسم کے تعاون کی بدولت ہی ایک اسلامی ریاست کی تشکیل کا ہمارا خواب سچ ثابت ہوسکتا ہے۔

میں اللہ ربّ العزت سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم سب کو دانائی اور اخلاقی قوت عطا کرے تاکہ عظمت اسلام کے لیے کام کیا جاسکے! والتوفیق من اللّٰہ!“

[Aims and Objects of the Department of ISLAMIC RECONSTRUCTION, By Muhammad Asad, Printed by the Superintendent, Government Printing, West Punjab, 1947.]

[مترجم: محمد خلیق / میجر (ریٹائرڈ) حیدر حسن]

❁❁❁

اعتذار

حکمتِ قرآن کے شمارہ جولائی۔ ستمبر 2017ء کے اداریہ بعنوان ”قرآن کی مرکزیت“ میں ”اَللّٰھُمَّ اَرِنِیْ حَقِیْقَۃَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ“ کو رسول اللہ ﷺ کے معمولات میں شامل دعا تحریر کیا گیا تھا۔ اس پر ایک لائقِ احترام قاری نے توجہ دلائی ہے کہ یہ مسنون دعا نہیں ہے۔ گمان غالب ہے کہ اگرچہ احادیثِ نبویہؐ سے یہ مضمون متبادر ہوتا ہے‘ مگر مذکورہ بالا الفاظ کسی مسنون دعا کے نہیں ہیں۔ چنانچہ اس غلطی پر ادارۂ حکمتِ قرآن اللہ ربّ العزت کے حضور عفو و درگزر کا طلب گار اور قارئین سے معذرت خواہ ہے۔